اِمامِ اِنقلاب مولانا عُبیدُاللہ سندھی

چند بنیادی حوالے

امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم کے بارے میں بنیادی مواد کی فراہمی کا جو سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔ اس کے لیے ضروری نہیں کہ الولی کے ہر شمارے میں لازماً کوئی چیز ہونی چاہیے۔ لیکن اگر قارئین کرام بھی توجہ فرمائیں اور اس قسم کا بنیادی مواد فراہم ہوتا ہے تو یہ سلسلہ مستقلاً ہر شمارۂ الولی میں جاری رہ سکتا ہے۔ اس قسم کے کاموں کا یہ تقاضا بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص کے مطالعہ و نظر پر انحصار کر لینے کے بجائے بہت سے حضرات جنھیں موضوع علم و تحقیق سے دلچسپی ہو، وہ توجہ اور تعاون کریں اور ان کے دائرۂ مطالعہ میں جب اس قسم کی کوئی چیز آئے اور ان کی نظر سے گزرے تو وہ اسے فوراً اخذ کر لیں اور اس کا اہتمام کرنے والے کو اس کے عکس یا نقل سے استفادے کا موقع دیں تاکہ وہ اسے اس سلسلے میں درج کر کے متعلقین اور محققین کو محفوظ کر دے لیکن اس بات کا خیال ضرور رہے کہ حوالہ بنیادی اہمیت کا حامل ہو اور اسے کامل صحت اور حوالے کی مکمل صراحت کے ساتھ نقل کیا جائے یا اس کا عکس (فوٹو اسٹیٹ) بنوا کر بھیجا جائے۔ ترسیل مواد کے لیے پتا یہ ہے:

ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہان پوری سندھی ڈائریکٹر مولانا عبیداللہ سندھی اکیڈمی

۹/۱ علی گڑھ کالونی۔ کراچی ۷۵۸۰۰

مواد کے لیے ہرگز ضروری نہیں کہ وہ اردو میں ہو۔ انگریزی، سندھی یا کسی اور زبان میں بھی ہو سکتا ہے۔ سندھی زبان کے اخبارات و رسائل کی تو خاص اہمیت ہے یہ بہت اہم اور وسیع

میدان ہے اور ابھی اس طرف کسی صاحب ذوق و نظر نے توجہ نہیں کی ہے (ا۔س)

آج اس سلسلے میں تین بنیادی حوالے پیش کیے جا رہے ہیں۔

۱۔۔۔ پہلا حوالہ سہ روزہ مدینہ، بجنور کی اشاعت ۲۸ اگست ۱۹۴۴ء میں حضرت مولانا کے انتقال کی خبر ہے جو اخبار کے صفحہ اول پر شائع ہوئی تھی، خبر یہ ہے:

حضرت مولانا عبید اللہ سندھی انتقال فرما گئے

لاہور ۲۳ اگست۔ آج دین پور شریف، ریاست بہاولپور میں مولانا عبید اللہ سندھی کا ۷۵ سال کی عمر میں انتقال ہو گیا
انا للہ و انا الیہ راجعون

مولانا ۱۸۷۲ء میں ضلع سیالکوٹ کے ایک سکھ خاندان میں پیدا ہوئے تھے انھوں نے سولہ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا اور اس کے بعد دار العلوم دیوبند میں مذہبی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۱۵ء میں مولانا افغانستان چلے گئے جہاں مسلسل سات سال تک قیام رہا وہاں انھوں نے افغانستان کی سیاسیات میں نمایاں حصہ لیا۔ ۱۹۲۲ء میں وہ ماسکو گئے اور وہاں سے ٹرکی جہاں تقریباً ۴ سال رہ کر انقلاب ٹرکی کی تاریخ کا مطالعہ کیا۔ ترکی سے وہ حجاز آگئے اور حرم شریف میں بارہ سال تک رہے۔ ۱۹۳۹ء میں انھیں ہندوستان واپس آنے کی اجازت دی گئی۔ مولانا ہندو مسلم اتحاد کے زبردست حامی تھے۔

۲۔۔۔ دوسرا حوالہ مدینہ کی یکم ستمبر کی اشاعت کا ہے یہ مولانا مرحوم کی وفات پر اخبار کا تعزیتی شذرہ ہے جو "ایڈیٹوریل پیج" (صفحہ ۲) پر چھپا ہے، شذرہ یہ ہے:

مولانا عبید اللہ سندھیؒ

۷۵ سال کی عمر میں مولانا عبید اللہ سندھی کی رحلت اگرچہ غیر طبعی نہیں کہی جا سکتی، لیکن ملک و ملت کو ان کی ذات گرامی سے جو توقعات وابستہ تھیں اور سیاسی حالات و ماحول کی موجودہ تاریکی میں رہنمائی کی جو روشنی اُن سے حاصل ہو رہی تھی اور ہو سکتی تھی اُس کی بنا پر موصوف کی رحلت کا یہ سانحہ بہت بے وقت ہوا۔ مولانا نے موصوف علماء کی سلک میں ایک ایسے گرانمایہ گوہر کی حیثیت رکھتے تھے جو صدیوں میں کہیں پیدا ہوتا ہے۔ ہندوستان کو آزاد دیکھنے کی تڑپ آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور آپ کی زندگی کا کوئی لمحہ اس خیال سے خالی نہ جاتا تھا چنانچہ گذشتہ جنگ عظیم کے دوران میں آپ نے افغانستان کے قبائل آزاد اور ترکی کی خلافت عثمانیہ سے انگریزی حکومت کے خلاف ساز باز کرنے کا شبہ حکومت نے کیا اور اسی شبہ کے نتیجے میں آپ تقریباً ایک چوتھائی صدی تک اپنے محبوب وطن سے جدا رہے۔ اس زمانے میں آپ کچھ دن افغانستان رہے اس کے بعد۔۔۔ ترکی گئے، وہاں سے روس پہنچے اور اشتراکی انقلاب کے لیڈروں سے

براہ راست تعلقات پیدا کئے۔ آخر میں آپ حجاز تشریف لے آئے تھے اور یہیں عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے ۱۹۳۹ء میں حکومت نے آپ کو ہندوستان آنے کی اجازت دی۔ اس وقت آپ کی عمر ستّر سال کی تھی اور آپ طویل جلاوطنی کی سختیوں اور سیاسی و مذہبی ہنگامہ آرائیوں کے نتیجے میں بہت ضعیف ہوگئے تھے۔ تاہم آپ کے عزم و حوصلے کے پائے میں مطلق کوئی لغزش نہ آئی تھی اور جوانانہ بلکہ نوجوانانہ جوش و ولولے کے ساتھ آپ نے ہندوستان میں کام کرنا شروع کیا۔ مگر آہ کہ ابھی آپ کو یہاں تشریف لائے پانچ سال ہی ہوئے تھے کہ داعیٔ اجل کی پکار آپہنچی۔ اعلی اللہ تعالیٰ مقامہٗ!

لیکن مولانا کی ذات اگرچہ ہم میں نہیں مگر ان کے کارنامے ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ خصوصاً شاہ ولی اللہؒ کے فلسفۂ زندگی کو مقبول کرنے کے سلسلے میں مولانا نے جو مساعی کی تھیں وہ تو آپ کی عزت و محبت کا ایک دائمی نقش ہمارے قلوب پر چھوڑ گئی ہیں لیکن مولانا کے عقیدتمندوں سے ہم عرض کریں گے کہ تعزیتی جلسے کرنے اور ریزولیوشن پاس کرنے یا محض مضمون یا نظمیں لکھنے کے بجائے وہ اس کی کوشش کریں کہ مولانا کی یادگار میں شاہ ولی اللّٰہی فلسفے کی تعلیم کا اعلیٰ سے اعلیٰ پیمانے پر انتظام کیا جائے اور اس مقصد کے لئے جتنے روپیہ کی ضرورت ہو اُسے فراہم کرنے کے لئے ابھی سے کوشش شروع کر دی جائے۔

۳۔ تیسرا حوالہ جمعیت علمائے ہند، مجلس احرار اسلام (ہند) اور آل انڈیا مسلم مجلس کے مشترکہ تعزیتی جلسے کی متفقہ قرارداد ہے یہ قرارداد بھی مدینہ بجنور کی اشاعت یکم ستمبر ۱۹۴۴ء میں شائع ہوئی تھی۔ قرارداد کا بھی عکس شامل کیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا عبید اللہ سندھی کی وفات حسرت آیات

جمیعۃ علماء مجلس احرار، مسلم مجلس کا مشترکہ تعزیتی جلسہ

جامع مسجد دہلی میں بعد نماز جمعہ ۲۵ راگست کو جمیعۃ علماء مجلس احرار مسلم مجلس کا مشترکہ تعزیتی جلسہ زیر صدارت مفتی اعظم حضرت مولانا محمد کفایت اللہ صاحب منعقد ہوا۔ اور حسب ذیل تعزیتی تجویز پاس ہوئی۔ اس تجویز کی تحریک مجاہد ملت حضرت مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب ناظم اعلیٰ جمیعۃ علماء ہند نے فرمائی۔ اور مولانا عبدالمنان صاحب (جمیعۃ علماء) جناب افتخار احمد صاحب فریدی (مجلس احرار) مولانا عبداللہ مصری (مسلم مجلس) نے اسکی تائید کی۔ تجویز یہ ہے

جمیعۃ علماء مجلس احرار مسلم مجلس کا یہ مشترکہ جلسہ مجاہد مخلص حضرت مولانا عبید اللہ سندھی کی وفات پر اپنے عمیق رنج و غم کا اظہار کرتا ہے حضرت مولانا کی ذات گرامی ان مخلص مجاہدان ملت و وطن میں شامل تھی۔ جو ہندوستان اور مسلم قوم کے لئے سرمایۂ افتخار ہیں۔ مولانا علوم شریعت کے عموماً اور حکمت ولی اللہیہ کے خصوصاً ماہر خصوصی تھے۔ اپنے سینے میں درد ملت و جذبۂ حریت سے بیتاب مضطرب دل رکھتے تھے جوش عمل میں تمام اقران سے ممتاز اور فہم سیاست میں تمام حلقۂ احباب میں سرفراز تھے۔ عمر عزیز کا بہت بڑا بیش بہا حصہ وطن سے باہر غربت و عسرت کے ساتھ گذرا۔ اور وطن عزیز کے استخلاص کیلئے ایک نہایت پختہ و مستحکم سکیم تیار کی اس سکیم کو عملی جامہ پہنانے کی تدابیر و اسباب پر غور فرما رہے تھے۔ اور موانع و عوائق کو راستے سے ہٹانے کی صورتیں نکال رہے تھے۔ کہ داعی اجل کو لبیک کہنا پڑا۔ اور ملک اور بالخصوص مسلمان ایک ایسی جامع اور مفکر ہستی سے محروم ہو گئے جو تقریباً تیس سال کی ہر قسم کی جفاکشی اور غربت و سیاحت اور ممالک یورپ و سلطنت ترکی کے عمیق مطالعہ و تجربات کی روشنی سے درجہ کمال کو پہنچ کر اہل وطن کے لئے مشعل ہدایت بنی تھی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو فردوس بریں میں جگہ دے۔ اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے یہ جلسہ مولانا کے اعزا اور ان کے تلامذہ و احباب کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کرتے ہوئے انہیں یقین دلاتا ہے کہ تمام مسلمان ان کے اس رنج و غم میں شریک ہیں اور تمام اہل وطن کو اس صدمہ میں ان کے ساتھ دلی ہمدردی ہے۔

محمد وحید الدین قاسمی
دفتر جمیعۃ علماء ہند دہلی

بہ سلسلۂ بنیادی حوالہ جات

قرآن کی دعوت اجتماعی انقلاب کی دعوت ہے

امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی

امام انقلاب مولانا سندھی کے انتقال کے حادثے نے سیاست و مذہب دونوں میدانوں میں اہل علم اور اصحاب فکر کے ذہنوں کو جھنجوڑ کر رکھ دیا اور عام شائقین مطالعہ میں بھی حضرت امام سندھی کے افادات کے مطالعے کی ایک تحریک پیدا کردی تھی۔ حضرت مرحوم کا یہ نادر اور نہایت فکر انگیز مقالہ ہفت روزہ زمزم لاہور کی اشاعت مورخہ ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۴ء کو شائع ہوا تھا۔ مقالے کی اہمیت اور اس کے مطالعے کی افادیت کے پیش نظر اسے یہاں شائع کیا جاتا ہے۔ اس میں مولانا سندھی نے امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ کے فکر کی خصوصیت اور جامعیت پر نہایت عمدہ روشنی ڈالی ہے۔ فکر ولی اللہی کی یہی خصوصیت اور جامعیت فکر عبید اللہی کی خصوصیت بن گئی ہے فکر عبید اللہی وہ سیڑھی ہے جس کے ذریعے ولی اللہی افکار کے بام بلند تک ہماری رسائی ہوتی ہے اور موجودہ دور میں ولی اللہی افکار کی معنویت کو ہم محسوس کرسکتے ہیں۔ حضرت امام سندھی ولی اللہی علوم و افکار کے سمندر کے ایسے غواص ہیں جن کی کوئی مثال اس پوری صدی میں نہیں ملتی۔ حقیقت یہ ہے کہ آج کے دور میں اسلام کے انقلابی فکر اور اس کی رہنمائی کو ولی اللہی افکار سے استفادے کے بغیر سمجھا ہی نہیں جاسکتا اور ولی اللہی افکار میں نظر و بصیرت پیدا کرنے کا آج سب سے بڑا وسیلہ امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی ہیں امام سندھی کا مطالعہ ہماری آج کی بہت بڑی اور اہم علمی و فکری ضرورت ہے۔ اب مولانا سندھی کا مقالہ مطالعہ فرمائیے۔

ابوسلمان شاہ جہان پوری سندھی۔ ۲۴ اکتوبر ۱۹۹۶ء۔

کیا اسلام فقط اخلاق دیکھتا ہے؟

اسلام پر اکثر علماء فلسفیانہ نقطۂ نظر سے نگاہ ڈالتے رہے ہیں۔ اور پچھلے دور میں یورپ کے سیاسی و فکری حملے کے بعد اسلام کا تعارف ایک ایسے مذہب کی حیثیت سے کرایا ہے جو اعلیٰ درجے کے اخلاق سکھاتا ہے۔ چنانچہ انھوں نے اسلامی اخلاق کو عیسوی اور دیگر اخلاقیات سے بہتر ثابت کیا ہے اور ہم اسے پڑھ کر اپنے دلوں میں عزت محسوس کرتے ہیں، لیکن آگے چل کر یہ دقت محسوس ہوتی ہے کہ جب ہم سے پوچھا جاتا ہے کہ ان کے اخلاق پر کوئی جماعت، سوسائٹی اس وقت موجود بھی ہے یا نہیں؟ تو ہمیں بغلیں جھانکنی پڑتی ہیں۔

ہم حضرت فاروق اعظمؓ اور خالدؓ جانباز پر کتابیں پڑھ کر خوش ہوتے ہیں۔ لیکن ہم یہ سوچتے ہی نہیں کہ ہماری موجودہ حالت کیا ہے جادو نگار نظم ونثر نویس ہماری محفلوں کو گرما دیتے ہیں۔ لیکن ذرا ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے۔ تو معلوم ہوگا کہ گزشتہ پچاس برس میں ہم نے کوئی ترقی نہیں کی۔ وہی ترانہ خوانی ہے اور وہی مضمون نگاری، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ہندوستانی نوجوان بالعموم اور پنجابی نوجوان بالخصوص بہت کام کرنے والا ہے (ہندوستانی نوجوانوں سے میری مراد مسلم نوجوان ہے مجھے دوسرے مذاہب کے نوجوانوں سے بہت کم رابطہ رہا ہے) ہندوستانی نوجوان کو افغانستان، ترکی اور روس تک میں مانا جاتا ہے۔

اقتصادیات اور اخلاق کے متعلق

کاش ہم اس حقیقت پر بھی غور کریں کہ ہم نے قرآن کو غلط سمجھا۔ اگر اسے محض اخلاق سکھانے کا ضابطہ ہی سمجھ رکھا ہے۔ اس غلط نقطۂ نگاہ کا یہ نتیجہ نکلا ہے کہ ہم قرآن کے اخلاقیات کو جتنا دکھلاتے ہیں خود اتنے ہی پست نظر آتے ہیں۔ ہمارے اہل علم اسلام کو دنیاداری سے تعلق دیتے ہوئے جھجکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہمارے بزرگوں کی بلند اخلاقی دکھا دکھا کر ہی اپنا اور ہمارا جی خوش کرتے رہتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اقتصادیات کا اخلاق پر نہایت گہرا اثر پڑتا ہے۔ اس سے متاثر نہ ہونا بے شک افراد کی شخصی بلندی کی دلیل ہے اور ایسی مثالیں ہر ملک میں

ملتی ہیں۔ اور خود مسلمانوں میں ان کی بہت کثیر تعداد پائی جاتی ہے لیکن اخلاق کا ایک پہلو اجتماعی بھی ہے جو اقتصادی موثرات کا نتیجہ ہوتا ہے۔ ہم نے انفرادی اخلاق کا بہت گہرا مطالعہ کیا ہے اور ہم بلندی اخلاق کے لحاظ سے اپنے بڑے بڑے بزرگوں کی بیشمار مثالیں پیش کر سکتے ہیں لیکن کوئی شخص حضرت فاروق اعظمؓ کے زمانے کی اجتماعیت سے بحث نہیں کرتا۔ یورپ میں اجتماعیت اور اخلاق کے تعلق کا چرچا ہے اور جا بجا اس پر بحث ہوتی رہتی ہے کہ سوسائٹی اخلاق پیدا کرتی ہے۔ مگر ہمارے ہاں انفرادیت ہی انفرادیت ہے۔ یہ طرز فکر ہمارے ترقی کرنے والے نوجوانوں کو تباہ کر رہا ہے اور وہ انفرادی اخلاق کی شخصی مثالیں سُن کر جھومتے رہ جاتے ہیں۔ اور اجتماعیت کا تصور اپنے اندر پیدا نہیں کرتے۔ ترکوں اور افغانوں پر بھی انفرادیت کا یہی دلفگار اثر پیدا ہو رہا ہے۔ کاش ان نوجوانوں کو کوئی ایسا استاد مل جاتا جو اخلاق پر اجتماعی نقطہ نظر سے بحث کرتا اور ہم یورپ کے افکار کے دست نگر نہ رہتے، اور ہماری اپنی شخصیت قائم اور خودی محفوظ رہتی۔ اگر ایسا استاد مل جائے تو ہمارا مذہب اخلاق اور کلچر سب کچھ محفوظ ہو جائے ورنہ یورپ کے سیلاب کے آگے سب کچھ بہ جائے گا۔

ایک امام کی ضرورت

اسلامی دنیا کے چند عالم ہیں جن کو اس وقت مقتداء بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ چنانچہ حجاز میں امام ابن تیمیہؒ کو امام بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ لیکن وہ آٹھویں صدی ہجری کے بزرگ ہیں۔ ان کا فکر ہمارے زمانے کے فکر سے بہت مختلف ہے۔ اگر ان کو مقتدا بنایا جائے تو ہمیں بہت پیچھے جانا پڑے گا۔ ہمارے خیال میں اس وقت حکیم الہند امام ولی اللہ دہلویؒ سے بہتر کوئی امام نہیں مل سکتا۔ کیونکہ وہی ایک امام ہیں جو اجتماعی اخلاق کے فلسفے کے شارح ہیں

امام ولی اللہ کا فلسفہ اجتماعی ہے

اب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اجتماعی اخلاق پر اقتصادیات کا نہایت گہرا اثر پڑتا ہے چنانچہ فراخی سے اخلاق بلند ہوتے اور تنگی سے اخلاق پستی پیدا ہوتی ہے۔ اجتماعی اخلاق اقتصادیات کے ماتحت

ہوتے ہیں اور اس سلسلے میں انفرادی اشخاص کے اخلاق کا ذکر بے سود ہے عام مشاہدہ ہے کہ جس گھر کے افراد کی حالت کھانے پینے کے لحاظ سے اچھی ہوگی اس کی حالت تعلیم و تربیت کے لحاظ سے بھی اچھی ہوگی اور گھر کا عام رکھ رکھاؤ بھی اچھا ہوگا، ورنہ افلاس کا اثر اس کے درو دیوار سے ظاہر ہوگا امام ولی اللہ دہلویؒ کے فلسفے کی یہ بنیادی چیز ہے۔ یورپ اس سے بڑھ کر ہمیں کچھ نہیں بتا سکتا وہ اس کی صرف چند تفصیلات بتا سکتا ہے اور بس۔ اب ہم کہہ سکتے ہیں کہ اقتصادی مسائل میں ہمیں یورپ کی نقالی کی ضرورت نہیں ہے۔ امام ولی اللہ دہلویؒ کے فلسفے میں سب کچھ موجود ہے اور نہایت واضح صورت میں موجود ہے۔

امام ولی اللہ کی خصوصیات

ہم اس سلسلے میں چند باتیں کہنا چاہتے ہیں جو شاہ صاحب کی کتابوں میں ملتی ہیں۔

۱. حضرت موسیٰ فرعون کے مقابلے میں کامیاب ہوئے اور فرعون غرق کر دیا گیا۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰؑ بن کر تشریف لاتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا فرعون کون تھا؟ بعض لوگ ابوجہل کا نام لیتے ہیں، اور بعض ابولہب کا، لیکن ہمیں یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ابوجہل کی مکہ مکرمہ میں کیا پوزیشن تھی اول تو خود مکہ معظمہ زیادہ سے زیادہ ایک بڑی بستی تھی پھر اس میں زیادہ سے زیادہ ایک نمبردار تھا۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ خداوند عالم ایک بڑی سی بستی کے نمبردار کے مقابلے کے لیے خاتم النبیین جیسا اولوالعزم نبی مبعوث فرمائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کس کے ساتھ تھا؟

حقیقت یہ ہے کہ بقول حضرت امام الہند ولی اللہ دہلویؒ آپ کا مقصد ابوجہل یا ابولہب سے مقابلہ کرنا نہ تھا۔ بلکہ کسریٰ اور قیصر کو تباہ کرنا تھا۔ اس زمانے کی سوسائٹی کا مرکز مغرب میں قیصر روم کا دربار تھا اور مشرق میں کسریٰ کا دربار۔ امپیریلزم کے ان دونوں مرکزوں نے دنیا میں اودھم مچا رکھا تھا۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد ان دونوں کو ختم کر کے دنیا کو ایک نیا

پروگرام دینا تھا۔ ورنہ ابوجہل اور ابولہب کے مقابلے کے لیے اتنے بڑے پیغمبر کی کیا ضرورت تھی؟ البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ مکہ مکرمہ جیسی بستی میں ابوجہل اور ابولہب قیصریت اور کسرویت کے نمائندے تھے۔

انقلاب کب اور کس طرح آتا ہے؟

اب سوال یہ ہے کہ موسیٰؑ کے ذریعے سے فرعون کو، اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے سے کسریٰ اور قیصر کو کیوں تباہ کیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان لوگوں نے ایک چھوٹے سے طبقے کو اتنا بلند کر دیا تھا کہ ان کی رعیت کا بہت بڑا طبقہ اس چھوٹے طبقے کی ضروریات پوری کرنے میں ہی لگا رہنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ اس بڑے طبقے کو سوچنے اور خدا یاد کرنے کی فرصت ہی نہ ملتی تھی حضرت امام الہند امام ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں کہ جب کبھی دنیا میں ایسی حالت پیدا ہو جاتی ہے انقلاب کا آنا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں:

(۱) اس قسم کا انقلاب کسی مُلہم کے ذریعے لایا جاتا ہے۔

(۲) جہاں مُلہم نہ آسکے وہاں طبعی ذرائع ایسے پیدا کر دیے جاتے ہیں کہ انقلاب آجائے۔

اگر اس اصول کو مدنظر رکھا جائے تو قرآن حکیم میں بیان کردہ قصص عاد و ثمود کی حکمت سمجھ میں آجاتی ہے۔

بعثت محمدی کی حقیقت

۲. امام الہند امام ولی اللہ محدث دہلویؒ کی دوسری خاص بات یہ ہے کہ وہ حجۃ اللہ البالغہ میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت دو طرح بتاتے ہیں:

(۱) قومی اور (۲) عالمگیر

اسے سمجھنے کے لیے ان دو درجوں کو قومی اور بین الاقوامی کہہ لیجیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قومی بعثت کا ذکر تو اس آیت میں ہے کہ ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم الآیۃ (سورۂ جمعہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بین الاقوامی بعثت کا ذکر اس آیت میں ہے۔ کہ وما ارسلنٰک الا کافۃ للناس بشیراً ونذیراً ۔

پس حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اولاً عرب کی طرف بھی اور اس کے ساتھ ہی تمام اقوام عالم کے ہادی بن کر تشریف لائے ہیں۔ حکمت الٰہی نے عرب کے انقلاب کو بین الاقوامی انقلاب کا ذریعہ بنایا اور حقیقت یہ ہے کہ ایسا کامیاب بین الاقوامی انقلاب جو انسانیت کو بلند تر درجے پر پہنچائے تاریخ عالم نے اب تک نہ دیکھا تھا۔ یہ انقلاب بقول امام الہند امام ولی اللہ دہلویؒ قیامت تک کے لیے نمونہ ہے۔

تاریخ پر ایک نظر

۳۔ اس اصول کے مطابق حضرت امام الہند تاریخ پر بھی حکیمانہ نظر ڈالتے ہیں اور خیر القرون کے سیدنا عثمانؓ کی شہادت پر ختم کر دیتے ہیں۔ اس زمانے کی مکمل تاریخ امام الہند نے مرتب کر دی ہے سلطان محمود غزنوی تک جو زمانہ گزرا ہے اس کی طرف بھی امام الہند کی تصنیفات میں اشارے پائے جاتے ہیں۔ سلطان محمود سے لے کر اکبر تک کی تاریخ میں ہمیں خود محنت کرنی پڑی۔ الحمد للہ ہم اسے امام ولی اللہ کے اصولوں پر حل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس زمانے میں مورخین کا عام نظریہ انفرادیت کی طرف مائل رہا اس لیے انھوں نے تاریخ بھی اس نقطہ نگاہ سے لکھی ہے۔

اکبر کے بعد کے دور کے امام ہم امام ولی اللہ کو قرار دیتے ہیں۔ اللہ کے فضلِ خاص سے ہمیں اس دور کی تاریخ پر بھی پورا پورا عبور حاصل ہے۔

قرآن کی انقلابیت

۴۔ اب ہم تاریخ کے اس مطالعے سے عملی کام لینے کی ایک مثال پیش کرتے ہیں۔ سیاسی کام کے لیے تین چیزیں ضروری ہیں:

(۱) فکر (۲) پروگرام (۳) پارٹی اور اس کی مرکزی کمیٹی

جس سیاسی کام کی بنیاد ان تینوں پر نہ ہو۔ وہ کبھی بھی نہیں چل سکتا۔ اب اگر قرآن کو بین الاقوامی ہدایت کا پیام سمجھا جائے تو لامحالہ اس میں مندرجہ بالا تینوں چیزوں کا ذکر

ہونا ضروری ہے ۔ امام ولی اللہ کے اصولِ فلسفہ کے تسلیم کرنے کے بعد ہم قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں تو ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہ ولوکرہ المشرکون (سورہ صف، ۹) ملتی ہے جو قرآن حکیم کا مرکزی فکر ظاہر کرتی ہے ۔

پارٹی کو قرآن حکیم حزب اللہ کا نام دیتا ہے ۔

اس کو سنٹرل کمیٹی مہاجرین اور انصار میں سے پہلی پارٹی کو قرار دیا گیا اور پروگرام سارا قرآن حکیم ہے جسے بطور قانون نافذ کرنا مقصود ہے ۔ مہاجرین اور انصار کی پہلی پارٹی کے فیصلے کو اللہ کا فیصلہ کہا گیا ۔ اس کے بعد ان کے قائم مقام ان لوگوں کو قرار دیا گیا ہے جو الذین اتبعوھم باحسان (سورۃ توبہ : ۱۰۰) کے مصداق رہیں گے ۔ یہ لوگ قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے ۔ اور مہاجرین اور انصار کی پہلی پارٹی کے نقش قدم پر چلتے رہیں گے ۔ امام ولی اللہ کی کتابوں میں خلافت کے مسئلے پر سیرحاصل بحث موجود ہے لیکن اس بحث کی سب سے قیمتی بات یہ ہے کہ وہ سابقین مہاجرین و انصار کے فیصلے کو خلافت کے معاملے میں فیصلہ کن قرار دیتے ہیں ۔

زمین کی مالک حکومت ہے

۵ ۔ مسلمانوں کی فتوحات میں زمین آمدنی کا بہت بڑا ذریعہ رہی ہے ۔ امام ولی اللہ کی کتابوں میں اس بات کا قطعی فیصلہ کر دیا گیا ہے کہ حضرت عمر فاروق کے مسلک کے مطابق مفتوحہ زمین ناقابلِ تقسیم ہے اب کوئی بتائے کہ یہ انفرادیت ہے یا اجتماعیت ؟

سیاسیات ہند پر ایک نظر

ہندوستان میں ایک جماعت ایسی ہے جو سوشلسٹ پروگرام چلانا چاہتی ہے ۔ لیکن ہم اسے ہرگز قبول نہیں کر سکتے ۔ ان کا پروگرام لادینی ہے ۔ اور ہم امام ولی اللہ کے طریق پر دین کو عقلیت کی انتہا تک پورے اطمینان کے ساتھ سمجھ چکے ہیں ۔ اس لیے ہم کسی ایسے پروگرام کو نہیں مان سکتے ۔ جو اس عقلیت کے خلاف ہو ۔

ہندوستان میں دوسری سیاسی پارٹی گاندھی جی کی ہے ان کا پروگرام بھی حقیقت میں اجتماعی پروگرام نہیں ہے بلکہ ارتجاعی پروگرام ہے اس لیے ہم اسے بھی نہیں مان سکتے اگر مسلمان نوجوان امام ولی اللہ کو امام مان کر اپنی تاریخ اور فلسفے کو سمجھ لیں تو وہ نہایت صالح انقلابی کام کر سکتے ہیں ہم امام ولی اللہ کے فلسفے کو نہ صرف مسلم نوجوان کو سمجھا سکتے ہیں بلکہ ہندو نوجوان کو بھی جو ہم سے سمجھنا چاہے ۔ ہم اس وقت صرف اسلام کے اجتماعی فکر کا تعارف کرانا چاہتے ہیں.

اور بس ہم ہندوستان کے مسلمانوں کو بھی اچھی طرح سمجھا دینا چاہتے ہیں کہ ہندوستان کے باہر کوئی مرکز نہیں بن سکتا ۔ لامحالہ انھیں ہندوستان کے اندر رہ کر ہی کام کرنا پڑے گا .

مسلمانوں کو ایک مشورہ

بدقسمتی سے ہمارا نظام اتنا بگڑ چکا ہے کہ ہم اس وقت کوئی لڑنے کا پروگرام نہیں بنا سکتے ناچار ہمیں اپنے موجودہ ماحول کے مطابق ہی کام کرنا ہوگا ۔ اور برٹش کامن ویلتھ میں رہنا ہوگا ۔ اس کے مطابق ہمیں اپنا طرز عمل بنانا چاہیے ہم ہندوستان چھوڑ کر بھی نہیں جا سکتے اس لیے ہمیں اپنے مفادات کو یہیں محفوظ کرنا ہوگا ۔ ہمارے موجودہ پروگرام کا بڑا جزیہ ہے کہ کانگرس کے اندر رہ کر ڈومینین سٹیٹس حاصل کر لیا جائے کیونکہ ہمیں جس جماعت کو ساتھ لے کر آگے بڑھنا چاہیے وہ اسی منزل سے آگے بڑھ سکتی ہے لیکن ہم گاندھی جی کی پارٹی کا دُم چھلا بن کر نہیں رہ سکتے اس لیے ہمیں کانگرس کے اندر اپنی مستقل پارٹی بنانا پڑے گی جس کا فلسفہ امام ولی اللہ کا فلسفہ ہوگا . اور جو اقتصادیات کے مسائل سب ہندوستانیوں کے لیے حل کرے گی .

اگر مسلمانان ہند ایسی ایک پارٹی پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو وہ سیاسات ہند میں سب سے موثر حصہ لے سکیں گے . واللہ الموفق .